مرثیہ: درحال سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام (بند ۲۱۳)

تصنیف: رجب ۱۳۳۲ھ

دعبلِ ہند نواب مولانا سید فرزند حسین ذاخرؔ اجتہادی

(۱)

ہاں زباں گرمیِ بازارِ محبت دکھلا
ہر جن وانس کی اک چیز پہ رغبت دکھلا
جس نے آئینہ کو چھوڑا ہے وہ صورت دکھلا
ایک سودے پہ خریداروں کی کثرت دکھلا
دل کے ارماں کی طرح دیکھنے کا ذوق بڑھے
اُس طرف نرخ زیادہ ہو، اِدھر شوق بڑھے

(۲)

بیچ میں عشق ہے اور گرد ہے عالم کا ہجوم
گرے پڑتے ہیں جو قیمت نہیں ہوتی معلوم
یہ صدا دیتے ہیں بازار میں قلبِ مغموم
آئیں ہیں دور سے لینے کو، نہ رکھنا محروم
چاہے جاں جائے کہ رہ جائے مگر ہم لیں گے
جو کسی نے بھی نہ دی ہوگی وہ قیمت دیں گے

(۳)

اِس طرف پوچھ رہا ہے یہ دلوں کا سودا
اُس طرف آتی ہے یہ بیچنے والوں کی صدا
دیکھو دیکھو نہیں اس جنس کا لینا اچھا
دل کے ہاتھوں نہ زمانے میں کہیں ہو رسوا
شہر چھٹ جائے گا صحراؤں میں مسکن ہوگا
جس سے سودا یہ خریدوگے وہ دشمن ہوگا

(۴)

کہیں بدتر ہے اسیری سے رہائی اس کی
عقل والوں سے بھی پنہاں ہے برائی اس کی
مانتے ہیں دلِ عشاق خدائی اس کی
خون کی طرح رگوں میں ہے رسائی اس کی
مرنے والوں کا لہو جسم سے گھٹ جاتا ہے
درد کی طرح یہ ہر قلب میں بٹ جاتا ہے

(۵)

ہے جدا سارے زمانے سے مصیبت اس کی
ہو جو الجھن تو بہلتی ہے طبیعت اس کی
رنگ چہرے کا اُڑے شوخ ہو رنگت اس کی
فرض ہوجاتی ہے کچھ ایسے اطاعت اس کی
حاصلِ عشق سمجھتے نہیں مرنے والے
سجدہ پتھر کو بھی کر لیتے ہیں کرنے والے

(۶)

اس کے زخمی نہیں عالم میں سنبھلنے والے
ہیں وہ ارماں جو نہیں دل سے نکلنے والے
بیڑیاں پہنے ہیں جنگل کے بہلنے والے
روز بے آگ جلا کرتے ہیں جلنے والے
خونِ رگ سامنے ہوجائے تو ضو دیتا ہے
آئینہ عشق کو دکھلاؤ تو لو دیتا ہے

(۷)

یہ وہی عشق ہے گھر جس نے کئے لاکھوں خراب
عقل ہو جاتی ہے اس جنس کو لے کر نایاب
حسن سے حسن کا ہوتا ہے زمانے میں جواب
یہ نہ سمجھے کہاں پیری کہاں ایامِ شباب
کم یہ قصہ نہیں عالم میں تاسف کے لئے
اک ضعیفہ گئی بازار میں یوسفؑ کے لئے

(۸)

مختصر یہ ہے کہ شوق اس کا ہے رنجِ جانکاہ
دیکھ لو کھوٹے کھرے زر کو جو رکھتے ہو نگاہ
مانگو اس عشق کی سودے سے زمانے میں پناہ
چلنے والوں کو گرا دیتی ہے بیہڑ ہو جو راہ
ناتوانی سے نہ جب جسم کا بار اُٹھتا ہے
ہاتھ اس وقت پکڑنے کو غبار اُٹھتا ہے

(۹)

اُس طرف تو یہ نصیحت ہے ادھر ہے یہ بیاں
ارے او بیچنے والے ہے تری عقل کہاں
تجھ سے ہم عشق مجازی کے نہیں ہیں خواہاں
قلب راغب ہے پئے الفتِ خلّاق جہاں
جس کا حاصل نہیں کچھ اس کے طلبگار نہیں
جنسِ ناقص کے زمانے میں خریدار نہیں

(۱۰)

انبیاءؑ نے جسے عالم میں خریدا ہو وہ دے
جس کی صورت میں سرِ طور کا جلوہ ہو وہ دے
جس کے چہرے کو کسی نے بھی نہ دیکھا ہو وہ دے
شبِ وحدت کا جہاں میں جو سویرا ہو وہ دے
کوئی سنتا نہیں نالہ دلِ شیدائی کا
دل میں لے جاؤں گا مونس شبِ تنہائی کا

(۱۱)

خود سمجھتا ہوں نہیں ہے یہ محبت آساں
خاک ہو جائے تو اس راہ میں عزت ہو عیاں
ورنہ گر جائے گا اک دن صفتِ اشک انساں
مرضِ عشق کی ثابت قدمی ہے درماں
امتحاں دینے میں گر صبر میں دکھلاؤں گا
سرمہ کی طرح سے آنکھوں میں جگہ پاؤں گا

(۱۲)

کون بے سمجھے ہوئے ہوتا ہے اس کا مشتاق
دل فدا عشق پہ رہتے ہیں میانِ آفاق
جنس لے لیتے ہیں جس وقت تو ہو جاتی ہے شاق
تجھ کو کیا یاد نہیں جنت و آدمؑ کا فراق
غم کے چلّہ کو سرِ کوہِ گراں کھینچا ہے
مدتوں آنسوؤں میں عکسِ جناں کھینچا ہے

(۱۳)

امتحاں میں رہے ناکام جنابِ آدمؑ
دمبدم مشکلیں پڑتی گئیں، بڑھتا گیا غم
وہ اثر پھیل گیا جس کو سمجھتے رہے کم
ترکِ اولیٰ جو ہوا، چھوٹ گیا باغ ارم
کوہ کی گھاٹیوں میں نقشِ تحمل ڈھونڈھے
رات کو آنسوؤں کی لے کے ضیا گل ڈھونڈھے

(۱۴)

عشق ایسا مجھے عالم میں نہیں ہے درکار
جس پہ جاں دوں ہو وہی حالتِ دل سے بیزار
مطمئن کچھ تو کریں زردیِ رخ کے آثار
کم سے کم اتنا وہ سمجھے کہ مرا ہے بیمار
صبر وہ صبر ہو عالم میں جو رسوا نہ کرے
دل کی بیتابیاں دیکھے اگر اچھا نہ کرے

(۱۵)

گو یمِ عشقِ حقیقی کا قیامت تھا خروش
امتحاں دینے پہ بھی نوحؑ کے سالم رہے ہوش
آسماں بھی کفِ دریا سے رہا پنبہ بگوش
آبِ جوشیدۂ تنور کا اللہ رے جوش
گُل تہہِ آبِ رواں عالمِ ایجاد آیا
اتنا اونچا ہوا پانی کہ خدا یاد آیا

(۱۶)

الفتِ نوحؑ میں دل کون سا لا سکتا ہے شک
اتنا روتے تھے کہ تر اشک سے رہتی تھی پلک
کھنچ کے خورشید کی آجاتی تھی اشکوں میں چمک
کاٹ دی اتنی بڑی عمر تہہِ سقفِ فلک
دل میں جو راز رہا اس کی حقیقت دیکھی
دھوپ کے آئینہ میں عشق کی صورت دیکھی

(۱۷)

عشقِ ایوبؑ کی حالت ہے جہاں پر روشن
جسمِ نازک میں رہا کیڑوں کا برسوں مسکن
گو زباں تھی پہ نہ فریاد سے واقف تھا دہن
رشتۂ صبر کے ٹاکوں سے سیئے زخمِ کہن
تازہ گل کرتی ہوئی بادِ بہاری نکلی
عشق کی زخم کے کوچوں سے سواری نکلی

(۱۸)

حدِ الفت کا پتا دے رہا ہے رازِ خلیلؑ
تھی کہاں موجِ ہوا پر کوئی بجنے کی سبیل
لاکھ پوچھا کئے حاجت کو جنابِ جبریلؑ
کہہ دیا جس کا میں عاشق ہوں وہی ہوگا کفیل
حکم کس کا تھا جو شعلہ نہ شرر ریز ہوا
آگ گل ہو گئی جب سوزِ جگر تیز ہوا

(۱۹)

نظر آتی ہے محبت کی نرالی دنیا
منحصر ہے کہیں بچ جانے پہ انجام اس کا
کہیں بے جاں دیئے جاتا نہیں دل کا سودا
خلق میں حضرتِ یحییٰ نے دیا سر اپنا
آگ جو دل میں نہاں تھی وہ شرر ریز ہوئی
عشق بڑھتا ہی گیا جتنی چھری تیز ہوئی

(۲۰)

جانتے تھے دمِ گریہ یہ جنابِ یحییٰؑ
امتحاں لے رہا ہے خود مرے رونے کا خدا
پا کے منظورِ نظر دل میں شرف اور بڑھا
اپنے اشکوں کا نہ دامن سے علاقہ رکھا
زخم میں بہتے ہوئے آنسوؤں کو لینے لگے
بڑھ گئی قدر تو چہرے پہ جگہ دینے لگے

(۲۱)

بعض نے توبہ رہِ عشق میں کر لی ڈر کے
بعض نے پائے محبت کے صلے مر مر کے
اضطرابِ دلِ موسیٰؑ نے جسارت کر کے
اک نیا راستہ پیدا کیا نالے بھر کے
جس پہ وارفتہ تھی گر پاس نہ تھا دور تو تھا
کچھ ہو،فرضی ہو کہ اصلی ہو ،کوئی نور تو تھا

(۲۲)

مگر اِس راز سے ماہر تھا نہ قلبِ غمگیں
تابِ نظارۂ رخ آنکھ اٹھانے کی نہیں
کر تو لی دل کے تقاضے نے ضیا بار زمیں
تھا مگر قلب کہیں، ہوش کہیں، آب کہیں
لاکھ چاہا کئے پر حسن کی منزل نہ ہوا
جس پہ نازاں تھے وہی دل متحمل نہ ہوا

(۲۳)

دل کو تصویر کشِ روئے تمنا دیکھا
آنکھ نے آئینۂ برق میں جلوہ دیکھا
جس کو بتلا نہ سکے خود وہ سراپا دیکھا
لے گئی تو ہوس دید مگر کیا دیکھا
بات کرنے کا تقاضا رہا یوں بات ہوئی
جس کو ملنا نہیں کہتے وہ ملاقات ہوئی

(۲۴)

میں اگر ہوتا تو یہ عرض ادب سے کرتا
عشق صادق تھا زمانے میں ضرور اے موسیٰؑ
ضد تھی جس امر پہ جاکر اسے بیشک دیکھا
کیا کریں آپ کہ دل خود متحمل نہ ہوا
الفتِ عاشق و معشوق کو بے حد دیکھیں
چل کے ہم آپ ذرا عشقِ محمدؐ دیکھیں

(۲۵)

آپ کی گو یہ حکایت ہے زمانے میں عجیب
طور سے بڑھ کے بلندی ہوئی لیکن نہ نصیب
ہوس دید میں بھی دور رہا دل سے حبیب
دیکھئے آئیں ہیں یہ پردۂ وحدت کے قریب
وجہِ حیرت نہ ہو خالق کے ولی کی آواز
کیجئے ان پہ نظر، سنئے علیؑ کی آواز

(۲۶)

کیا گذر جاتی ہے ہو جائے اگر قلب ملول
جان جاتی ہے جو بیماری دل کرتی ہے طول
آپ تو خوب سمجھتے ہیں محبت کے اصول
کس کا یہ ہاتھ تھا آیا جو سرِ پشتِ رسولؐ
یہ شرف خلق میں ہے باعثِ حیرت کہ نہیں
ہاتھ حیدرؑ کا ہوا بھی یدِ قدرت کہ نہیں

(۲۷)

کون وہ عشق تھا جس کا یہ نمایاں تھا اثر
کون وہ درد تھا جز حق کے نہ تھی اک کی خبر
کون وہ سوز تھا پنہاں تھا جو دل کے اندر
کون وہ آگ تھی جو ہوگئی منظورِ نظر
رات کو لینے ملک حق کا دمِ فرش گیا
دل کا بھڑکا ہوا شعلہ تھا جو تا عرش گیا

(۲۸)

کہیں چھپ سکتا ہے جو امر ہو دل کو مطلوب
حد کی ایذا کو گوارا نہیں کرتا محبوب
اثرِ آتشِ قربت کو سمجھتا تھا وہ خوب
شبِ معراج سے ہوتی جو نہ تالیفِ قلوب
طور سینا کی طرح دل کے مکاں جل جاتے
اُف اگر منہ سے نکلتی تو جہاں جل جاتے

(۲۹)

بار اِس کا نہ اُٹھا سکتی کبھی عقلِ سلیم
انتہا اِس کی سمجھتی تھی جو وہ ذاتِ کریم
حالِ دل اچھی طرح جانتا تھا لطفِ عمیم
آگ یہ صلب میں اللہ نے کردی تقسیم
اثرِ سوزِ ثریّا سے سمک تک پہنچا
اُتنا باقی رہا حصّہ جو فلک تک پہنچا

(۳۰)

قلب کرتے رہے اس طرح سے مہمانیٔ عشق
آئینہ رخ کو دکھاتی رہی حیرانیٔ عشق
ہوگئی بکھری ہوئی زلفِ پریشانیٔ عشق
اور کیا ہو اثرِ سلسلہ جنبانیٔ عشق
سوزِ دردِ پدری قلبِ پسر تک پہنچا
ایک شعلہ تھا جو چودہ کے جگر تک پہنچا

(۳۱)

محض اک فرد کا اُن میں سے بیاں کرنا ہے حال
عشق وہ عشق تھا جس کی نہیں عالم میں مثال
کھنچ کے آئینۂ امکاں میں رہی شکلِ محال
تھا وہی حاصل معراج جو تھی حدّ کمال
خود محبت بھی محبت کا اثر دیکھتی تھی
جلوۂ پردۂ قدرت کو نظر دیکھتی تھی

(۳۲)

ہے تعجب کہ کہاں عرش کہاں سطحِ زمیں
مگر اس عشق کے عالم سے جدا تھے آئیں
امتحاں گاہِ محبت میں دل اتنا تھا قریں
نور جس طرح سے ہو آنکھ کی پتلی میں مکیں
سرحدِ دشتِ ستم حُسن سے معمور رہی
منزلِ قدس رہی جلوہ گہہِ طور رہی

(۳۳)

کس نے اس طرح سے عالم میں لیا ہے سودا
دم بدم ہاتف غیبی کی یہ آتی تھی صدا
امتحاں دینے میں کیوں اتنی اُٹھاؤ ایذا
ہم پہ بھی شاق ہے درد جگری کا صدمہ
محو اک آن میں دل سے غم بے حد کردیں
تم جو راضی ہوتو دم بھر میں بلا رد کردیں

(۳۴)

غم ہمیں ہے جو ستاتی ہے مصیبت تم کو
خوب ہم جانتے ہیں ہے جو محبت تم کو
لائے گی حدِّ تقرب تلک الفت تم کو
نہ ملے گا مگر اک تاجِ شفاعت تم کو
منتخب سارے رسولوں سے کیا ہے ہم نے
وہ بھی کم ہوگا نہ رتبہ جو دیا ہے ہم نے

(۳۵)

یہاں کہنا نہیں آرام جگر تیرے بغیر
اب تو ہے خلق میں راحت کو مری بخت سے بیَر
نہ ہوا راہ میں تیری اگر انجام بخیر
کیا کہیں گے مرے اس عشق کو سن کر تیرے غیر
دل کی خواہش ہے کہ طے راہ رضا ہوجائے
تجھ سے وعدہ جو کیا ہے وہ وفا ہوجائے

(۳۶)

اس میں عباسؑ ہوں یا قاسمؑ و عونؑ و جعفرؑ
تجھ سے بڑھ کر نہیں اک کی بھی محبت کا اثر
ہے ترقئ الم وجہ تسلئ جگر
خوش ہوں بے حد جو تری راہ میں اُجڑے مرا گھر
کبھی زخم جگر و قلب کا شکوہ نہ کروں
دل کی بیتابیاں بڑھنے پہ بھی نالہ نہ کروں

(۳۷)

واہ کیا عشق تھا کیا وعدہ وفائی کا خیال
سبط احمدؐ نے سہا قلب پہ ہنس ہنس کے ملال
بے خطا قتل ہوئے دشت میں سب وقتِ جدال
باغ زہراؑ و علیؑ کا ہوا رن میں پامال
گو ہر اک غم میں نئے درد کے پہلو نکلے
جس سے ضائع نہ ہوا صبر وہ آنسو نکلے

(۳۸)

پہلے مقتل سے ہر اک دوست کا لائے لاشا
بعد اس کے چمن مسلمؑ مظلوم لٹا
رن میں تاراج ہوا خانۂ بیت زہراؑ
قتل میدان میں اک رات کا دولہا بھی ہوا
دل تپاں شہؑ کا کیا داغِ جدائی دے کر
سو رہے چین سے عباسؑ ترائی لے کر

(۳۹)

تھی بلاؤں پہ بلا سبط پیمبرؐ کے لئے
نہ ملا دل کو سکوں دشت میں دم بھر کے لئے
بھائی کا غم بھی نہ کافی ہوا سرورؑ کے لئے
روئے کچھ دیر شباب علی اکبرؑ کے لئے
دفعتاً جس کے بچھڑ جانے نے دل توڑ دیا
تین دن کے لئے بے گور اُسے چھوڑ دیا

(۴۰)

ہائے کیا کیا نہ ہوا اک دل شہؑ پر صدمہ
پھر مکاں میں گئے بعد علی اکبرؑ مولا
جس سے عالم تہہ و بالا ہوا وہ عزم کیا
آئے میدان میں اک چھوٹا سا لے کر ہدیہ
وجہ تسکینِ دلِ شاہِؑ امم تھا بچّہ
ناقۂ حضرتِ صالحؑ سے نہ کم تھا بچّہ

(۴۱)

پیاس کی وجہ سے اصغرؑ کا بہت غیر تھا حال
کر رہے تھے طلبِ آب شہؑ نیک خصال
رن میں خواہانِ ستم تھی سپۂ بد افعال
تیر ننّھے سے گلے پر پڑا ہنگام سوال
منہ سے وعدہ جو کیا تھا وہ وفا کر کے پھرے
یہ بھی ہدیہ رہِ خالق میں فدا کر کے پھرے

(۴۲)

کر چکے حق کی محبت میں جو اک اک کو فدا
سجدۂ شکر کیا درگۂ خالق میں ادا
رن سے یہ کہہ کے چلے جانب در شاہ ہدٰا
مرحلہ دشت میں اب اپنے سر و تن کا رہا
جب رواں ہوگی چھری قلب نہ نالاں ہوگا
اس کی تائید سے یہ امر بھی آساں ہوگا

(۴۳)

فکر یہ کرتے ہوئے ڈیوڑھی تک آئے شہ دیں
مضطرب تھا جو زیادہ دلِ بیتاب و حزیں
رانڈوں سے کہنے لگا دوشِ محمدؐ کا مکیں
قتل سب ہو گئے مقتل میں کوئی پاس نہیں
کون باقی ہے جسے بھیج دو نصرت کے لئے
اب تو کہنا پڑا مجھ کو بھی اجازت کے لئے

(۴۴)

دیکھا جاتا نہیں ان آنکھوں سے اُجڑا ہوا گھر
اب نہ زندہ علی اکبرؑ ہیں نہ باقی اصغرؑ
ماں کی گودی سے نہ ہوتا تھا جدا جو دم بھر
آج اکیلا وہی سوتا ہے لحد کے اندر
خاک میں جذب لہو ہوگیا آنسو کی طرح
خشتِ تربت تہہ سر رکھے ہے زانو کی طرح

(۴۵)

دل لہو کر گیا ہر لختِ جگر کا صدما
آنکھیں گو ڈھونڈھتی ہیں پھر نہیں ملتا ہے پتا
اب تو بعدِ علی اصغرؑ نہیں جینے کا مزا
کچھ دکھائی نہیں دیتا ہے اندھیرے کے سوا
چشم تربت میں نہاں نور نظر اپنا ہے
جس میں جا کر رہے اولاد وہ گھر اپنا ہے

(۴۶)

دل دُکھاتی ہوئی آئی جو یہ خیمہ میں صدا
ہائے اے ننھے مسافر یہ ہوا شور بپا
بھائی سے بڑھ کے یہ کہنے لگیں بنت زہراؑ
لیجئے اصغرؑ معصوم کا آکر پرسا
آپ اگر آئیں تو پھر کیوں رہیں مضطر رانڈیں
پیٹ کر سر کو نکل آئیں گی باہر رانڈیں

(۴۷)

آئی جب سرورؑ دیں تک یہ صدائے ہمشیر
گئے سر خم کئے خیمہ میں امامِ دلگیر
ہمہ تن درد کی دکھلائی جو رُخ نے تصویر
اس سے بہتر نہ بنی کوئی بہن سے تدبیر
اپنی تنہائی پہ آوارہ وطن رونے لگی
سینے سے بھائی کو لپٹا کے بہن رونے لگی

(۴۸)

رو کے زینبؑ نے اُسی جوش بکا میں یہ کہا
ہو گئے باپ کی گودی سے جدا اے بیٹا
دشت غربت میں پسند آیا اکیلے رہنا
تم نے کچھ ماں کا خیال اے علی اصغرؑ نہ کیا
اپنا چھوٹا ہوا فرزند کہاں پائے گی
دل جو تڑپے گا تو راتوں کو نہ نیند آئے گی

(۴۹)

کیوں نہ شبیرؑ کا پردیس میں ہو دل تھوڑا
ہائے تنہائی میں ایک ایک نے منہ کو موڑا
تیر نے ننھی سی گردن کی طرح دل توڑا
چھ مہینے کا بھی بچہ نہ قضا نے چھوڑا
صفتِ شانہ دل اُلجھا ہوا گیسو میں نہیں
چاند سی شکل اب آئینۂ زانو میں نہیں

(۵۰)

دیر تک نالۂ ہمشیر پہ روتے رہے شاہؑ
تھا جو بے حد دلِ شبیرؑ پہ رنجِ جانکاہ
بولا خواہر سے یہ لختِ جگرِ شیرِ الٰہ
جز خدا حالتِ دل سے نہیں کوئی آگاہ
کر نہیں سکتیں تم آساں کبھی اس مشکل کو
دور اجل جتنی ہے اُتنا ہے تحمل دل کو

(۵۱)

اثر غم نے لہو کر دیئے ہیں قلب و جگر
اذن بالفرض نہ دو تم مجھے مرنے کا اگر
داغ اٹھارا کچھ اس طرح پڑے ہیں دل پر
جس سے آتی نہیں بچنے کی کوئی شکل نظر
اب وہ ہے کون سی حسرت جو نکل جائے گی
مجھ پہ ہر طرح چھری موت کی چل جائے گی

(۵۲)

شاہؑ کا حالِ مصیبت جو یہ زینبؑ نے سنا
عرض کرنے لگیں دل تھام کے سچ ہے بھیّا
بعد ان بچوں کے ہے کون سا جینے کا مزا
روکنا آپ کا غربت میں نہایت ہے برا
کون وہ درد ہے مخفی جو فسانے میں نہیں
پسرِ فاطمہؑ بچنے کا زمانے میں نہیں

(۵۳)

اک مری سارے زمانے سے بری ہے تقدیر
مجھ سے بنتی نہیں مر جانے کی کوئی تدبیر
چھوڑے جاتے ہیں مجھے دشت میں تنہا شبیرؑ
دور اُن بچوں سے زینبؑ ہے نہ تھا جن کا نظیر
لحدیں پاؤں گی اشکوں سے بھگونے کے لئے
ہائے زندہ ہوں میں ایک ایک پہ رونے کے لئے

(۵۴)

خیر جو آپ کی مرضی مجھے کچھ عذر نہیں
لیکن اتنا تو بتاتے ہوئے جائیں شہ دیں
کس سے پوچھوں گی کہ بیہوش ہیں سجاد حزیں
کیا کروں گی جو جلائے گا مکاں لشکر کیں
بھائی کا اذن ہے سر ننگے نکلنے کے لئے
یا اجازت ہے مجھے آگ میں جلنے کے لئے

(۵۵)

یہ عجب طرح کا زینبؑ نے کیا شہ سے سوال
فرط غیرت سے ہوا قلب کو اس درجہ ملال
اشک دامن پہ گرے آنکھ سے چہرہ ہوا لال
چپکے بیٹھے رہے تا دیر شہ نیک خصال
جتنا جوش آیا تھا اشک اُتنے مگر بہہ نہ سکے
آپ اس امر میں ہمشیر سے کچھ کہہ نہ سکے

(۵۶)

دیر کے بعد کہا بھی تو یہ سرور نے کہا
مجھ سے رکھّا نہیں خالق نے تعلق اس کا
یہ تو ہے خلق میں سجادؑ حزیں کا حصہ
تم سے عابدؑ جو مرے بعد کہیں وہ کرنا
ابھی کچھ اور بھی اس گھر کی تباہی ہوگی
وہ بتا دیں گے جو مرضیٔ الٰہی ہوگی

(۵۷)

کہہ کے اُٹھ بیٹھے یہ ہمشیر سے شاہنشہ دیں
بھائی کے ہجر سے سر پیٹ کے زینب روئیں
ہل گئی رانڈوں کے نالوں سے جو خیمہ کی زمیں
چونک کے غش سے یہ کہنے لگے سجادؑ حزیں
کون بیتابیوں سے کرتا ہے زاری فضّہؑ
کس کی خیمہ سے نکلتی ہے سواری فضّہؑ

(۵۸)

عرض کی اس نے کہ سب ہو گیا گھر شہ کا تباہ
وہ چھپے پردۂ خوں میں کہ جو تھے نورِ نگاہ
زندہ کچھ دیر کو اک رہ گیا ہے خلق کا شاہ
اُس کی رخصت کے لئے گھر میں یہ کہرام ہے آہ
خیمہ میں بہر شہنشاہِ زمن روتی ہے
بھائی کے ہجر سے ناشاد بہن روتی ہے

(۵۹)

رو کے فضّہؑ سے یہ فرمانے لگے عابدؑ زار
جا مری سمت سے نزدیک شہ عرش وقار
جوڑ کر دست ادب رو کے یہ کرنا گفتار
آپ سے چھوٹ کے مر جائے گا دم میں بیمار
دیکھنے یا سرِ بالیں مری آئیں مولا
پاس اپنے مجھے یا جلد بلائیں مولا

(۶۰)

آئیں یہ سن کے قریبِ شہِؑ والا فضّہؑ
حالِ دردِ دل بیمارِ حزیں عرض کیا
سن چکے شہؑ جو مریضِ تپ غم کا قصّہ
پاس سجادؑ کے روتے ہوئے آئے مولاؑ
دلِ شبیرؑ کو اُلٹا اثرِ جوش ملا
جس کی آئے تھے عیادت کو وہ بے ہوش ملا

(۶۱)

بولے فرزند کے شانے کو ہلاکر شہِؑ دیں
غش سے ہشیار تو ہو اے مرے بیمار وحزیں
رن میں گردن پہ رواں ہونے کو ہے خنجر کیں
ذبح ہونے کی مرے تم کو خبر ہے کہ نہیں
حق سے وعدے جو کئے ہیں وہ ادا ہوتے ہیں
تم سے پردیس میں اب ہم بھی جدا ہوتے ہیں

(۶۲)

تا بہ گوش آئی جو یہ شاہؑ کی پر درد صدا
کھول کر آنکھیں رخ سید والا دیکھا
کانپتے ہاتھوں سے تسلیم بجا لا کے کہا
نہ ملے گا ہمیں کیا اذن جہاد اے بابا
علی اکبرؑ کی طرح سب سے جدا ہم بھی ہوں
دل میں حسرت ہے کہ بابا پہ فدا ہم بھی ہوں

(۶۳)

کہا شہؑ نے یہ نہیں حکم خداوند جہاں
سہنا ہیں قلب پہ تم کو ستم فوج گراں
حلق پر میرے چھری رن میں جو ہوئے گی رواں
قید ہونا ہے تمہیں اے سبب قوت جاں
ناتواں دل پہ اثر ظلم کا لینا ہے تمہیں
امتحان صبر کا اللہ کو دینا ہے تمہیں

(۶۴)

ہوں گے گو قلب پہ بے حد ستم و رنج و محن
چھٹنے پائے نہ مگر ہاتھ سے دادا کا چلن
غل و زنجیر مرے بعد جو لائیں دشمن
صبر سے اپنی جھکائے ہوئے رہنا گردن
عمر کے بڑھنے کی حسرت ہو مصیبت کی طرح
طوق اسیری کے گلے میں رہیں منت کی طرح

(۶۵)

شعلہ ور بعد مرے ہوگی اگر آتش کیں
گھر کے جلنے سے زیادہ کہیں ہونا نہ حزیں
چھین لیں گر پھوپھی اماں کی رِدا دشمن دیں
صبر کا کام ہے دخل اس میں امامت کو نہیں
جس قدر غم کی ترقی ہو وہ سہنا بیٹا
بیڑیاں پاؤں میں پہنے ہوئے رہنا بیٹا

(۶۶)

سنتے سنتے ہوئے بیہوش اُدھر عابدؑ زار
تیغ ادھر ٹیک کے اُٹھ بیٹھے شہ عرش وقار
بی بیاں رو جو رہی تھیں تو نہ تھا دل کو قرار
چلتے چلتے کہا زینبؑ سے کہ رہنا ہشیار
پوچھنے والا ہے اب کون دل آزاری کا
دھیان دل میں رہے سجادؑ کی بیماری کا

(۶۷)

در تلک آئے یہ کہتے ہوئے شاہنشہِ دیں
آخری بھائی کی زینبؑ نے بلائیں لے لیں
آ کے فضّہؑ نے بہ عجلت در دولت کے قریں
ڈوریاں اپنی طرف پردے کی بڑھ کر کھینچیں
شب کی ظلمت طرفِ فوجِ ضلالت پائی
وہ طنابیں کھنچیں وہ مہر نے رجعت پائی

(۶۸)

نکل آئے در دولت سے جو شاہ خوش خو
پاک رومال سے پہلے کئے رُخ کے آنسو
رنگ غم بدلا طبیعت نے بدل کر پہلو
اُڑ کے بل کھانے لگے دوش پہ کم کم گیسو
پیچ پر پیچ محل ہو تو نظر آئے گا
غیظ ابھی کم ہے مگر بڑھ کے غضب ڈھائے گا

(۶۹)

در سے آیا اسد بیشۂ حق نزد فرس
باگ تھامے ہوئے تھی دیر سے اُڑنے کی ہوس
نظر آتا تھا عجب رنگ پہ انداز نفس
تیلیاں توڑنے والا تھا جو شہباز قفس
زلزلے کہہ رہے تھے دیکھئے کیا ہونا ہے
چار دیوارئ عالم کو فنا ہونا ہے

(۷۰)

جلوہ گر ہوچکا جب نور الٰہی سر زیں
ہاتھ شہؑ کے گئے پھیلے ہوئے باگوں کے قریں
بڑھ گیا حدّ ترخص سے جو کچھ عکسِ جبیں
دل نے پابندیاں احکامِ سفر کی کر لیں
راز رہوار کھلا شعبدہ بازوں کی طرح
قصر کرنے لگا جادوں کو نمازوں کی طرح

(۷۱)

منکشف ہوتے چلے چال کے رن میں اسرار
دور تک قلعہ کے مانند ہے کاوے کا حصار
گھیرے ہیں ایک جہاں کو سمِ پائے رہوار
جس جگہ دورِ قدم ہے وہاں بے حد ہے غبار
دَورنے ظرفِ طلسمی میں صدا باندھی ہے
چار نقشوں سے زمانے کی ہوا باندھی ہے

(۷۲)

وہ حسیں روح چھپائے ہے جسے دل کا حجاب
نازک ایسا کہ گراں جلد کو مخمل کا ہو خواب
پیر ایسا کہ جو ہر جنگ میں لے آئے شباب
سبک ایسا جسے تولا کرے کانٹے میں گلاب
کامل ایسا کہ ہر اک چیز پہ حاوی نکلا
رنگ اور بار دمِ عدل مساوی نکلا

(۷۳)

خون کی چھینٹوں پہ جو پڑ جاتے ہیں پائے رہوار
وادیٔ جنگ نظر آتا ہے شکلِ گلزار
کشتوں کے خوں کا اثر لے کے جو اُٹھتا ہے غُبار
سرخ ہو جاتے ہیں اطرافِ جہاں کے آثار
نعل کے نالوں سے ہوشِ دف و چنگ اُڑتا ہے
خاک اُڑتی ہے کہ ہر پھول کا رنگ اُڑتا ہے

(۷۴)

ہر جگہ اپنی یہ کر جاتا ہے صحرا ہو کہ باغ
(مینۂ) سرعت سے بھرے رہتے ہیں نالوں کے ایاغ
رن میں اُڑتے ہوئے ذرّے ہیں چمکتے ہوئے داغ
منزلوں گرمیٔ رفتار سے روشن ہیں چراغ
دھوپ تک بھی دم رفتار فرس میلی ہے
فرسخوں رن میں چراغوں کی ضیا پھیلی ہے

(۷۵)

نہیں ممکن فرسؑ شہ کا جہاں میں ثانی
کس طرح اُڑتی ہوئی چیز کو کھینچے مانی
ذرّے حیرت سے بنے ہیں نگہہ قربانی
کتنا پر جوش ہے نالوں کا ذرا سا پانی
شبھہ یوں دور کی ضو سے یہ دئے جاتی ہیں
چار بوندیں ہیں جو کشتی کو لئے جاتی ہیں

(۷۶)

کھلتا ہے پھول ہر اک گام سے رن میں تازہ
چرخ تک نعل کا پھیلا ہوا ہے آوازہ
ملتا ہے ہر تتق گرد سے یہ اندازہ
جس طرح جلد سے ہوتا ہو جدا شیرازہ
ارض میداں معِ دنیائے خراب اُلٹے گی
یوہیں ایک ایک ورق کر کے کتاب اُلٹے گی

(۷۷)

وادیٔ جنگ کا بڑھ جائے نہ کس طرح وقار
تتق نور ہے آئینہ زینِ رہوار
فارسِ جادۂ میدانِ شہادت ہے سوار
سرمۂ چشمِ حقیقت ہے جو اُڑتا ہے غبار
پڑ کے آنکھوں میں اثر اپنا یہ دکھلاتا ہے
عرش تک گھوڑے کو گیتی سے نظر آتا ہے

(۷۸)

دلِ رہوار کو یوں اپنی قدامت پہ ہے ناز
ہر قدم فوج کو دیتا ہے یہ رن میں آواز
کس سے عالم میں ہیں پوشیدہ مرے فخر کے راز
اک طرح کی ہے بسر دن ہوں کہ شبہائے دراز
آج تک مرحمتِ ایزدِ باری میں رہا
مدتوں چار بزرگوں کی سواری میں رہا

(۷۹)

دی تھی شائستہ خدا نے مجھے ایسی رفتار
رہا کرتے تھے خجل مجھ سے جہاں کے رہوار
اخترِ بخت نے حاصل کیا اس حد کا وقار
سب کے پہلے ہوا خالق کا نبیؐ مجھ پہ سوار
عرش حق جس کا مکاں تھا وہ مکیں بیٹھا ہے
خاتم زیں پہ نبوت کا نگیں بیٹھا ہے

(۸۰)

کیوں نہ ہوتا فرس خاص رسولؐ دو سرا
مدتوں کرتا رہا خدمت محبوب خدا
منکشف مجھ سے رہا حدّ سواری کا پتا
وہ نشان زانوؤں کا رہ گیا جو تن پہ پڑا
جو ہر آئینہ کے ظاہر رہی صورت کی طرح
زیں پہ نقش اُبھرا رہا مہر نبوت کی طرح

(۸۱)

حق نے جو چیزیں کہ کیں اپنے پیمبرؐ کو عطا
کوئی اغیار کا ان سے نہ تعلق رکھّا
اُن میں اک مجھ پہ بھی ہے مرحمت ولطفِ خدا
واقعہ حضرت عباسؓ کا جب پیش ہوا
دعویٰ شاہی کا تھا اور تاجِ حشم رکھ نہ سکے
بڑے شہ زور تھے پر زیں پہ قدم رکھ نہ سکے

(۸۲)

کہیں بے میرے بھی ارمانِ دلی مل جاتے
تھا سفینہ کہاں جس سے لبِ ساحل جاتے
میں نہ پہنچاتا تو کیونکر سرِ منزل جاتے
دل تو کیا چیز تھا نُہہ طاقِ فلک ہل جاتے
غیظ اثر برہمیِ طبع کا دکھلا ہی گیا
میری آواز سے عباسؓ کو غش آ ہی گیا

(۸۳)

منکشف ہو چکے تھے قلب پہ پہلے ہی یہ راز
بعدِ احمدؐ ہیں علیؑ خلق میں سرمایۂ ناز
ہو چکا تھا جو نہاں خسروِ ملکِ اعجاز
صور سے کم نہ تھی ٹوٹے ہوئے دل کی آواز
رنگِ ظلمت کی طرح نور رخ مہہ دیتا
مردے اُٹھ بیٹھتے قبروں سے جو کچھ کہہ دیتا

(۸۴)

تھے زمانے میں پیمبرؐ نہ وصی عم رسولؐ
میں کسی شخص کو کرتا پسِ احمدؐ نہ قبول
خوش کسی طرح سے ہوتی نہ مری طبعِ ملول
کس کو آتے تھے زمانے میں سواری کے اصول
جلوہ گر زیں پہ کیا غالبِ ہر غالب کو
پھر پسند آیا علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کو

(۸۵)

شادمانیٔ و مسرت سے بدلتا رہا غم
نہیں عزت یہ زمانے میں مرے فخر کو کم
کس فرس کو ہوئی اس طرح کی توقیر بہم
آئے کعبہ میں سرِ دوشِ پیمبرؐ جو قدم
جلوہ گر یوں رہے ضو جیسے حبابوں میں رہے
مدّتوں پاؤں وہی میری رکابوں میں رہے

(۸۶)

نائبِ ختمِ رسلؐ تیغ سے جب قتل ہوا
باغِ عالم کی مخالف رہی کچھ روز ہوا
غنچۂ نقش قدم مدتوں سر بستہ رہا
دیکھی پھر میں نے بہارِ حسنؑ سبز قبا
ارث ادھر آئی جو سلطانِ حجازی کی طرح
گل پہ آنکھوں سے اُٹھایا گلِ بازی کی طرح

(۸۷)

کچھ دنوں دور مقدر سے برائی نہ ہوئی
شوقِ گردوں رہا گیتی سے جدائی نہ ہوئی
وادیٔ جنگ کی چل پھر کے صفائی نہ ہوئی
دس برس بعدِ ید اللہ لڑائی نہ ہوئی
کاٹ دی ایک جگہ دل کی تمنا میں نے
کیا ہے دائرۂ صلح میں کاوا میں نے

(۸۸)

اس پہ بھی ظلم سے باز آئے نہ جب بانیٔ جور
دے لیا زہر تو کم ہوگئے ایذاؤں کے طور
پایا راکب نہ حسینؑ ابنِ علیؑ سا کوئی اور
تیسرے عہد میں رفتار کا چوتھا ہوا دور
دل پہ جو رنج و الم پائے ہیں وہ ظاہر ہیں
میں بھی اب ختم ہوں اور یہ بھی بس اب آخر ہیں

(۸۹)

فکرِ عزت رہی اللہ کو ہو صبح کہ شام
بھولے سے بھی تہہِ پا آیا نہ ذلت کا مقام
خلق میں خوبیٔ قسمت سے نہ بگڑا مرا کام
کوئی بیٹھا نہ مری زیں پہ کبھی غیر امام
پشت احمدؐ کی طرح تخت خلافت کی طرح
منتخب ہوتا گیا میں بھی امامت کی طرح

(۹۰)

نظر آتے رہے رفتار سے تیزی کے اصول
کل کی یہ بات ہے گو اس کو ہوا برسوں کا طول
کیا احمدؐ نے حسینؑ ابنِ علیؑ کو نہ ملول
آپ جس ہاتھ سے پکڑے ہوئے تھے زلفِ رسولؐ
سو اگر ہوں تو فدا ان پہ ہیں جانیں میری
آج اُسی ہاتھ سے تھامے ہیں عنانیں میری

(۹۱)

کہتا آتا تھا ادھر یہ فرسِ سرورؑ دیں
نگراں رن میں اُدھر تھی نگہہِ لشکرِ کیں
خاک پھیلی ہوئی بے حد تھی جو تا چرخِ بریں
دور تک دیکھ نہ سکتا تھا کوئی روئے زمیں
حال اُدھر کا نہ جوانانِ عرب دیکھتے تھے
اپنی شکل آئینۂ خاک میں سب دیکھتے تھے

(۹۲)

اوج پر خاک کے مانند پریشاں تھے پرند
دل کو جکڑے ہوئے تھی دشت میں دہشت کی کمند
تھا جو بگڑے ہوئے رہواروں سے جانوں کا گزند
رن میں رانوں سے دبائے ہوئے راکب تھے سمند
اثرِ خوف زمیں دشت کی دکھلاتی تھی
اپنے ہی پہلوؤں سے شیر کی بو آتی تھی

(۹۳)

تھی ادھر دشت میں یہ کیفیتِ لشکر شر
اُدھر آ پہنچے سوئے فوجِ شہِؑ جن و بشر
کس طرف جاتا نہ جانے فرسِ خوش منظر
کھینچ کے ہر باگ نے دی ختمِ مسافت کی خبر
جو مناسب دمِ رفتار تھے وہ کام لئے
حکم نے بڑھتے ہوئے پائے فرس تھام لئے

(۹۴)

تھم گیا قربِ سپہ جب فرسِ شیر شکار
اللہ اللہ اثرِ رعبِ شہِؑ عرش وقار
کانپ کے دل کی طرح بیٹھ گیا رن میں غبار
چہرے کی دیکھ کے ہیبت کو پکارے یہ سوار
مصلحت تھی جو پئے جنگ یہ دیر آیا ہے
رن میں اُلٹے گا جو گیتی وہ دلیر آیا ہے

(۹۵)

کوئی کر سکتا ہے کیا اس کی شجاعت کا بیاں
زور ہاتھوں میں وہ پایا ہے کہ کھنچ آتی ہے جاں
منہ کو دیکھا کرے میدان میں حیرت سے کماں
تیر اگر چاہے تو چٹکی سے کرے رن میں رواں
روح تک بھی اثرِ غیظ سے برہم نکلے
اس طرف تیر چھٹے دل سے اُدھر دم نکلے

(۹۶)

ہوگی کیا اِس سے مقابل سپۂِ ظلم شعار
ہے اسی کا تو زمانے میں لقب شیر شکار
ہوں گے اک ضرب سے دو وقتِ وغا اسپ و سوار
کہیں رک سکتی ہے لوہے کی سپر سے تلوار
سچی باتوں میں محل کب کسی تاویل کے ہیں
ہاتھ یہ کاٹنے والے پرِ جبریل کے ہیں

(۹۷)

تھا اُدھر تو یہ پیادوں سے سواروں کا کلام
اِس طرف تھم کے پکارا یہ دو عالم کا امامؑ
مانتے ہیں کہ نہیں اہل رے و کوفہ و شام
کرنے آیا ہوں میں تم لوگوں سے حجت کو تمام
دو شب وروز سے اے لشکر شر پیاسا ہوں
گو میں فرزند علیؑ کا ہوں مگر پیاسا ہوں

(۹۸)

قتل کیوں کرتے ہیں بے وجہ جوانان عرب
گھر سے بلوا کے مجھے خون کے پیاسے ہوئے سب
بعد مرنے کے جہنم سے اماں پاؤ گے کب
بے گناہی مری ہو جائے گی دوزخ کا سبب
خلق میں ہاشمی و مطلبی ہوں کہ نہیں
میں جگر بندِ رسولؐ عربی ہوں کہ نہیں

(۹۹)

یہ وہی تو ہیں جو یکتا ہیں میان آفاق
عبد وہ عبد کہ معبود ہو جس کا مشتاق
اس قدر قلب پہ دوری ہوئی محبوب کی شاق
آیا لینے کے لئے خلق میں جنت سے براق
ایسی عزت تھی کہ جو سر کے لئے تاج ہوئی
کی ترقی یہ محبت نے کہ معراج ہوئی

(۱۰۰)

کوئی کہہ سکتا ہے کیا مرتبۂ نفس رسولؐ
بابِ علم نبوی شارح احکامِ اصول
خسر و جن و ملک عیسیٰ بیمار و ملول
حامئ دین نبیؐ دست خدا زوجِ بتولؑ
ہیں محمدؐ کے وصی غالب ہر غالب ہیں
میرے ہی باپ علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں

(۱۰۱)

جو ہوئے قاسمِ فردوس و جہنم وہ علیؑ
جن کے باعث سے ہوئی خلقتِ آدمؑ وہ علیؑ
ہیں پسِ خالق و احمدؐ جو مقدم وہ علیؑ
جن کی ماں سے رہیں کم شان میں مریمؑ وہ علیؑ
خلق میں کعبہ کے مولود کا افسانہ ہوا
اُن کو رہنا نہ ملا ان کا زچہ خانہ ہوا

(۱۰۲)

جس کو کہتا ہے ہر اک شیر درندہ وہ علیؑ
جس کی تلوار جنوں کو ہوئی شعلہ وہ علیؑ
نور جس کا تھا سرِ طور کا جلوہ وہ علیؑ
جس نے مکہ میں پڑھا سورۂ توبہ وہ علیؑ
رتبے کچھ اور امامت سے فزوں تر بھی ہوئے
ایک دن کے لئے مکہ میں پیمبرؐ بھی ہوئے

(۱۰۳)

خاص کعبہ میں ہوئی جس کی ولادت وہ علیؑ
جس کا زینہ ہوا بازوئے رسالت وہ علیؑ
حکمِ خالق سے ملی جس کو خلافت وہ علیؑ
جس کی اولاد سے نکلی نہ امامت وہ علیؑ
جس کے خواہاں ہوئے خالق سے وہ عزت بھی ہوئی
مثل میراث کے تقسیم امامت بھی ہوئی

(۱۰۴)

دو کئے جس نے تنِ مرحب و عنتر وہ علیؑ
جس کو خالق سے ملی تیغ دو پیکر وہ علیؑ
جس کی تلوار سے بھاگا کیا لشکر وہ علیؑ
جس کے ہاتھوں نے اُکھاڑا درِ خیبر وہ علیؑ
لشکر ظلم و ستم پُر غضبی نے توڑا
کفر کا باب درِ علم نبیؐ نے توڑا

(۱۰۵)

ختم یہ مرتبہ کعبہ میں علیؑ پر ہوا بس
بت جو توڑے دلِ اسلام کی بر آئی ہوس
ہوئی اُس گھر میں اذان جس میں تھی آواز جرس
کیا عجب ہے جو خطِ مُہر نبوت کیا مَس
آرزو قلب میں اس اوج پہ بھی ساتھ کی تھی
تھے اسی کے تو قدم مُہر یہ جس ہاتھ کی تھی

(۱۰۶)

درفشاں مدحت حیدرؑ میں ابھی تھے شبیرؑ
آنے پائی تھی نہ انجام پہ شہؑ کی تقریر
مستعد ہو کے پئے جنگ بڑھی فوج کثیر
رن میں لے کر خبر جنگ بڑھ آئے کئی تیر
بڑھے گھوڑے تو زمیں دشت کی تھرانے لگی
دور تک جنگ کے باجوں کی صدا جانے لگی

(۱۰۷)

قرب شہ بے ادبانہ جو بڑھے تیر ستم
ہو گئی قطع سخن سے یہ طبیعت برہم
بل پہ بل کھانے لگی دوش پہ زلف پر خم
آ گیا ہاتھ سر قبضۂ شمشیر دو دم
ایسی کس دل میں توانائی ہے جو سیر کرے
حد کا برہم ہے رحیم آج خدا خیر کرے

(۱۰۸)

برہمیٔ شہؑ دین کا پڑا عالم پہ اثر
کانپ اُٹھا چرخ چہارم کا بھی سینے میں جگر
آج پھر خیریت آتی نہیں گیتی کی نظر
کہہ کے یہ حضرتِ جبریلؑ نے پھیلا دیئے پر
منتظر شعلۂ دوزخ صفِ جنگاہ کا ہے
رن میں بگڑا ہوا بیٹا اسد اللہ کا ہے

(۱۰۹)

منتظر تھے سبقت کے جو شہؑ عرش پناہ
حد کا بے چین تھا تاخیر سے قلبِ آگاہ
انتظار سپۂ ظلم میں جھوما کئے شاہؑ
زد پہ جب آ گئی مولائے دو عالم کے سپاہ
ہاتھ کا پا کے اشارا وہ دل آزار کھنچی
رن میں اللہ کی بھیجی ہوئی تلوار کھنچی

(۱۱۰)

تیغیں اس سمت سے دو چار چلیں جب کہ ادھر
بڑھے ہر وار کو رد کر کے شہؑ جن و بشر
پہلی ہی ضرب نے دکھلا دیا قوت کا اثر
سر پہ جو تیغ تھی پہنچی وہ زمیں کے اندر
خود ادا کہتی ہے منہ رحم سے موڑ آئی ہے
مسکرا کر پر جبریلؑ کو چھوڑ آئی ہے

(۱۱۱)

ایسی تلوار کا بھرتا ہے کہیں اک سے شکم
دوسرے کو بھی یوہیں کھا گئی شمشیر دو دم
اب تو گرنے لگی بجلی کی طرح سے پیہم
منہ کے بھل جانے لگے سوئے سقر اہلِ ستم
ایک عالم میں گئے، دوسرا عالم دیکھا
بند ہوکر جو کھلی آنکھ جہنم دیکھا

(۱۱۲)

فوج کو بگڑے ہوے بخت پہ کچھ غور نہیں
لشکرِ شام کے بچنے کا کوئی طور نہیں
نقطۂ رحم ہو جس دور میں وہ دور نہیں
ذوالفقارِ اسدِ حق ہے کوئی اور نہیں
لڑنے والا پئے آرام جہاں ترسے گا
فرسخوں رن میں بغیر ابر کے خوں برسے گا

(۱۱۳)

خلق میں جلوۂ شمشیر علیؑ ہے مشہور
اللہ اللہ یہ جوہر کی سیاہی کا ہے نور
تن کے اُڑتی ہوئی ظلمت ہے سحر کا کافور
یہ وہ بجلی ہے جو کوند آئی ہے جاکر سرِ طور
تا اُحد چھپ کے یہ افلاک کی راہوں میں رہی
مدّتوں حضرتِ موسیٰؑ کی نگاہوں میں رہی

(۱۱۴)

ہے وہ چالاک و دریدہ دہن و عربدہ جو
باتوں باتوں میں جدا کرتی ہے اعدا کے گلو
خوں سے بھرجاتے ہیں جوہر کے جورن میں گیسو
اپنے بالوں سے چھڑکتی ہوئی جاتی ہے لہو
داغ پڑ جائیں جو قطروں کے کوئی سیر کرے
خون کے تیر برستے ہیں خدا خیر کرے

(۱۱۵)

کیوں نہ پرآبی شمشیر ہو عالم کو پسند
کشتیٔ تن کو طلاطم سے نہیں کوئی گزند
آبِ پر جوش و رواں کثرت جوہر سے ہے بند
یہ تماشا ہے کہ باندھے ہوئے پانی ہے کمند
چشمۂ آب اُبل جائے تو آفت ہوجائے
بند جوہر کہیں کھولے تو قیامت ہو جائے

(۱۱۶)

کیفیت اس کی سمجھ سکتے نہیں قلبِ تپاں
مر کے پہچانتے ہیں تیزیٔ شمشیرِ جواں
گو یہ شعلہ نہیں لیکن ہے تپش دل کی عیاں
تیغ کا وقت وغا ملتا ہے قبضہ سے نشاں
تن کی حالت صفتِ سوز نہاں بن گئی ہے
اتنی کثرت سے ہیں جوہر کہ دھواں بن گئی ہے

(۱۱۷)

ہے اُحد سے دل عشاق کی یہ محرم راز
خلق کہتی ہے اسے حیلہ گر و شعبدہ باز
چھپ سکے پردۂ گردوں سے نہ اس کے انداز
چرخ سے تا بہ زمیں آئی یہ سرمایۂ ناز
ہاتھ میں آ کے یداللہ کے ممتاز ہوئی
جس قدر پست ہوئی اُتنی سرافراز ہوئی

(۱۱۸)

نہروان و جمل و خندق و بدر و خیبر
ہر لڑائی میں رہی شیر الٰہی کی سپر
اتنا خون پیتی ہوئی آئی ہے شمشیرِ دو سر
اب خدا جانے کہ گہرے ہیں کہاں تک جوہر
خبرِ جذب دلِ عربدہ جُو دیتا ہے
ٹوٹ جاتا ہے جو چھالا وہ لہو دیتا ہے

(۱۱۹)

رن میں ہر ضرب پہ تلوار یہ دیتی تھی صدا
میرا ہم مثل جہاں میں کوئی اب تک نہ ہوا
اپنے ہاتھوں کے لئے مجھ کو خدا نے بھیجا
رہا دستِ اسداللہ پہ میرا قبضہ
اور کو میرے سوا حق کے ولی نے نہ لیا
پھر کسی تیغ کو ہاتھوں میں علیؑ نے نہ لیا

(۱۲۰)

وہ ادا تھی جو حسینوں کو بھی تڑپاتی رہی
رن میں پیغام مرے پاس قضا لاتی رہی
مدتوں وادیٔ جرأت کی ہوا کھاتی رہی
ہر وغا میں اسداللہ کے کام آتی رہی
منہ کی کھایا کئے ہر جنگ میں بد خو مجھ سے
تھا قوی حیدرِ کرار کا بازو مجھ سے

(۱۲۱)

برہمی سے رہے مغلوب جہاں کے سرہنگ
دل کی لڑنے میں عیاں ہوتی ہے غصّہ سے امنگ
وہ چھلکتا ہوا خوں ہے کہ جو چہرے کا ہے رنگ
یہی سرخی رہی آئینہ میں برسوں دمِ جنگ
پتلی رکھتی ہوں کمر، سینہ اگر چوڑا ہے
رگِ جوہر میں مری خون علیؑ دوڑا ہے

(۱۲۲)

شمع سیکھے ہوئے ہے شعلہ زبانی مجھ سے
خاک کے نیچے اُبل جاتا ہے پانی مجھ سے
زخم سنتے ہیں شجاعت کی کہانی مجھ سے
شان رکھتی ہے جوانوں کی جوانی مجھ سے
قوتیں طاقت ضرغامِ خدا دیتی ہے
لا فتیٰ کی مری ہر ضرب صدا دیتی ہے

(۱۲۳)

مجھ سے کھِلتا رہا جرأت کا ہر اک گل بوٹا
جب ہوا میری چلی کفر کا گلشن لوٹا
اور تو اور نہ مرحب سا قوی تن چھوٹا
پر جبرئل کٹے کوزۂ خاکی ٹوٹا
اب بھی رکھتی ہے اثر شہرت پیکار مری
رہ گئی ٹوٹے ہوئے ظرف میں جھنکار مری

(۱۲۴)

سب سے کہہ دیتی ہوں ہر بات بری ہو کہ بھلی
حشر برپا ہوا جب قوت حیدرؑ سے چلی
جنگ خیبر کا نہیں معرکہ کیا سب پہ چلی
پر جبریلؑ کا صفحہ تھا مصور تھے علیؑ
تھی وہ ہیبت کہ جری پچھلے قدم ہٹتے تھے
میری تصویر کے کھنچنے سے ورق کٹتے تھے

(۱۲۵)

کبھی حارث کبھی مرحب کے چلی میں سر پر
کبھی دو، وقت وغا کردیا جسم عنتر
رن میں کفارِ احد کی کبھی لی بڑھ کے خبر
ایک اک جنگ میں بڑھتا گیا اک اک جوہر
ہر جزا دل نے بصد کوشش و کد پائی ہے
میں نے الماس کے تمغوں سے سند پائی ہے

(۱۲۶)

ہوں عیاں وصف مرے گر کوئی کچھ بھی کرے غور
یوں تو ہر طرح سے عالم میں رہے ظلم کے طور
ہاں مگر آ نہ سکے پاس مرے بانیٔ جور
لے نہ سکتا مجھے جز دست یداللہ کوئی اور
یوں تو جو چاہتا تسکین جگر دے لیتا
میں خلافت نہ تھی جو اور کوئی لے لیتا

(۱۲۷)

بھلا تلوار کے ہے سلسلہ میں کس کو کلام
پہلے اس تیغ کا مالک رہا حق کا ضرغام
بعد اس کے رہے قابض حسنؑ عرش مقام
اپنی اپنی جگہ ایک ایک کا قبضہ پہ ہے نام
سرخ حرفوں سے ولی ابن ولی لکھا ہے
سب کے آخر میں حسینؑ ابنِ علیؑ لکھا ہے

(۱۲۸)

تھا جو برہم اسد بیشۂ حق وقتِ وغا
حشر تھا تیغ یداللہ سے میداں میں بپا
یاد آ جاتے تھے ہر ضرب پہ ضرغامِ خدا
جاتی تھی دور تلک خوں کے دڑیڑوں کی صدا
حد سے بڑھ جانا ترقی کا برا ہوتا ہے
آج انجامِ جہاں دیکھئے کیا ہوتا ہے

(۱۲۹)

بڑھتے جاتے ہیں سوئے فوج غضب میں شہِ دیں
سپر مہر میں پنہاں ہوا ہے چرخ بریں
بڑھ کے زانو سے دبا لی ہے پہاڑوں نے زمیں
تیغ کی زد سے بہت دور ہیں جبریلِؑ امیں
وار دیکھے بھی جو شہؑ کے تو سنبھل کر دیکھے
تیغ دیکھی کبھی گھبرا کے کبھی پر دیکھے

(۱۳۰)

تھے پیادے کہیں بے جان کہیں بسمل تھے سوار
کاٹ دیتی تھی اشارے سے گلے تیغ کی دھار
اس قدر تھا اثر غیظ شہؑ عرش وقار
جب گرا زیں سے کوئی سرخ اُٹھا رن سے غبار
چھپ کے گیتی سے اماں سوئے فلک پانے لگا
پردۂ خاک میں چھپ چھپ کے لہو جانے لگا

(۱۳۱)

لڑ رہے ہیں عجب انداز سے شاہنشہِ دیں
جہاں بڑھ آئے ہلا دی وہاں حملوں سے زمیں
ہے فرس رن میں صفِ اول و آخر کے قریں
دورِ شمشیر میں ہے نقطۂ خوں لشکرِ کیں
اُنگلیاں سرخ ہیں زخمِ تنِ بسمل کی طرح
ہاتھ میں فوج ہے خوں دیتے ہوئے دل کی طرح

(۱۳۲)

کبھی میداں میں سواروں کے جدا کر دیئے سر
کبھی لی بڑھ کے دم جنگ پیادوں کی خبر
میمنہ پر کبھی آیا فرس خوش منظر
میسرہ میں کبھی کبھی چن چن کے کیئے قتل افسر
تہلکہ کر دیا جس جا وہ دل آزار چلی
قلب لشکر میں کبھی خوں بھری تلوار چلی

(۱۳۳)

اب نہ ڈھالوں کی سیاہی ہے نہ تیغوں کی چمک
دور تک دشت میں ہے ایک ہی شعلہ کی لپک
کوسوں پھیلی ہوئی تھی وقت وغا خون کی مہک
آستیں اُلٹے ہوئے ہیں جو شہ جن وملک
رعشہ تک کانپتے ہاتھوں سے جدا ہوگیا ہے
زور کچھ اور دم جنگ سوا ہوگیا ہے

(۱۳۴)

اب نہ گھوڑوں میں وہ تیزی نہ سواروں میں ہے دم
رن میں آتا نہیں لڑنے کو کوئی کھا کے قسم
خاک کو دے کے بلندی گرے ریتی پہ علم
اُکھڑے ہیں زخم کے ٹانکوں کی طرح سب کے قدم
بھاگنے کی سپۂ ظلم کی تیاری ہے
سر پہ ہے زخم مگر پاؤں سے خوں جاری ہے

(۱۳۵)

وہ چلی تیغ، بڑھے شاہ، دبی فوج ستم
وہ کٹے ہاتھ وہ چھوٹے دہل و طبل و علم
وہ چھٹی بھیڑ، دمِ جنگ، وہ مجمع ہوا کم
وہ اُڑی خاک اُٹھے رن سے وہ گھوڑوں کے قدم
اب کہاں ہاتھ، کماں سے جو کوئی تیر چلے
رن سے وہ فوج دباتے ہوئے شبیرؑ چلے

(۱۳۶)

اختیار شہ والا میں جب آیا لشکر
ہو کے مجبور چلا دشت سے ہر بانیٔ شر
نہ پیادوں کو اماں تھی نہ سواروں کو مفر
لائے تا دور سپہ رن سے شہ جن و بشر
آ گیا رحم نہ پھر تیغ سے کچھ کام لیا
حدّ میداں سے بڑھ آئے تو فرس تھام لیا

(۱۳۷)

رن میں جب رک گیا گھوڑا تو پکارے شہ دیں
کیا وغا کے یہی ہوتے ہیں جہان میں آئیں
منتشر اک تنِ تنہا سے ہوا لشکر کیں
ایسے بھاگے کہ جدا ہوگئی پاؤں سے زمیں
ہاتھ سے خاک مذلت پہ علم رکھ کے چلے
سپہِ ظلم و ستم سر پہ قدم رکھ کے چلے

(۱۳۸)

کہہ کے یہ اپنی جگہ آ گئے پھر شاہِ امم
جمع ہونے لگے رن میں اُدھر افواجِ ستم
شہ اُدھر روک کے رہوار کو لینے لگے دم
تھک گئے تھے جو رکابوں میں نکالے وہ قدم
دل نے پھر شوق شہادت سے توانائی لی
کبھی بازو کو دبایا کبھی انگڑائی لی

(۱۳۹)

جمع پھر اچھی طرح ہو لیا جب لشکرِ کیں
دور تک ہل گئی قرنا کی صداؤں سے زمیں
نالۂ طبل نے لڑنے کے بتائے آئیں
ناوک اُونچے ہوئے میداں میں کمانیں کڑکیں
تیر اس طرح سے لہراتے ہوئے جاتے ہیں
جانور اوج پہ جس طرح سے منڈلاتے ہیں

(۱۴۰)

تھے پریشاں جو نہ ملتی تھی کمان مۂ نو
دور پر سرخیٔ سو فار ہوئی شمع کی لو
خلق کر لیتی شمار ان کا جو ہوتے کئی سو
تیر کے حصّہ اعلیٰ میں رہی مہر کی ضو
دھوپ کو راہ نہ ملتی تھی کثیر اتنے تھے
دن کے دو حصہ ہوئے اوج پہ تیر اتنے تھے

(۱۴۱)

تیر بے حصر تھے گو پر نہ ہوا شہؑ کا ضرر
سب ہوائی ہوئے آئے بھی تو، دو تین ادھر
غیظ سے کھینچ لی پھر شاہؑ نے شمشیرِ دو سر
قبضہ تک کھنچ گیا جوہر کی سیاہی کا اثر
برق کی طرح چمک کر وہ ضیا بار کھچی
آستین اُلٹے ہوئے میان سے تلوار کھچی

(۱۴۲)

آ چکے متصل شاہؑ جب افواج خطا
تھی جو بگڑی ہوئی پہلے ہی سے طبعِ والا
خدمتِ شہؑ میں لرزتا ہوا آیا غصّہ
اُنگلیاں بن گئیں یوں تیغ کا قبضہ پکڑا
آندھیاں چلتی تھیں جس سے وہ نفس چھیڑ دیا
شہؑ نے گردان کے دامن کو فرس چھیڑ دیا

(۱۴۳)

دو قدم اسپ بڑھا تھا کہ چلی تیغِ دو دم
رن میں ہر ضرب پہ کٹنے لگی افواجِ ستم
متفرق ہوئے وہ رن میں جو اعضائے بہم
رن میں کرنے لگے کشتوں کا پھریرے ماتم
روح سینے سے جہنم کی طرف جانے لگی
دہنِ زخم سے رونے کی صدا آنے لگی

(۱۴۴)

استغاثہ شہؑ دیں کر جو چکے تھے کئی بار
مددِ شاہؑ کی تھی ساری خدائی میں پکار
تھی کمربستہ وغا کو ملک و جن کی قطار
کل نبیؑ آئے تھے ہمراہِ رسولؐ مختار
غمِ شبیرؑ سے راحت نہ ملی مدفن میں
آئے تھے باپ کے ہمراہ حسنؑ بھی رن میں

(۱۴۵)

لڑنے کی دی جو نہ تھی سرورِ والاؑ نے رضا
رن میں تھا ایک طرف مجمعِ خاصانِ خدا
اک طرف دشت میں تھی کثرتِ افواجِ جفا
فرسخوں ملتی تھی میدان میں نہ تل رکھنے کی جا
رن میں جو تھا اثرِ ضربِ خدا دیکھتا تھا
ایک اک دشت میں پیاسے کی وغا دیکھتا تھا

(۱۴۶)

دم بدم کٹ رہے تھے تیغ سے جسمِ دشمن
رن میں دو ہو رہے تھے تن کی طرح سے توسن
پاتے تھے بھائی سے جب باپ کے لڑنے کا چلن
جھوم جاتے تھے ہر اک وار پہ مقتل میں حسنؑ
ضربِ شمشیر سے گر کر نہ سوار اُٹھتے تھے
بھائی اس ہاتھ کے صدقے ہو پکار اُٹھتے تھے

(۱۴۷)

خاک پر توڑتے ہیں دم جو برابر اعدا
خود بھی گھبرائی ہوئی پھرتی ہے میداں میں قضا
خونِ کفّار کا جاری ہے جو رن میں دریا
متحیر ہیں کھڑے دیر سے خاصانِ خدا
اس سے بچنے کی ہوس ہر دل ذی ہوش میں ہے
روحیں دامن کو سمیٹے ہیں کہ خوں جوش میں ہے

(۱۴۸)

امتحان لینے پہ آمادہ اُدھر ہے شیطاں
ہو گیا ہے طرفِ شہؑ رخِ مہرِ تاباں
صورتِ آتشِ دوزخ ہے زمینِ میداں
آگ تک ہوگئی ہے نعل میں گھوڑوں کی نہاں
اثر سوز سمندوں سے کہاں اُٹھتا ہے
خاک پر پاؤں کے رکھنے سے دھواں اٹھتا ہے

(۱۴۹)

ایسے ہنگامہ میں ہے آپ کے مولا کی یہ شاں
پھیرتے جاتے ہیں سوکھے ہوئے ہونٹوں پہ زباں
رن میں تلوار سے پاتے تھے جو اعدا نہ اماں
چومتی جاتی تھی ہر ضرب پہ بازو کو کماں
اک نظر جاتی تھی لاکھوں کی نظر باندھے ہوئے
تیغ تو لے ہوئے مرنے پہ کمر باندھے ہوئے

(۱۵۰)

بڑھتے تھے دشت میں آگے کبھی پیچھے جو سوار
خاک کے اُڑنے سے ہوتا تھا جہاں تیرہ و تار
خیمۂ چرخ کی پائیں جو طنابیں بیکار
سقفِ گردوں کو سنبھالے ہوئے تھا زورِ غبار
فکر یہ تھی دلِ گیتی پہ مصیبت ہوگی
آسماں پھٹ کے گرے گا تو قیامت ہوگی

(۱۵۱)

شدت گرد سے اک حشر تھا میداں میں بپا
شیشۂ خاک سے باہر نہ نکلتی تھی صدا
رنگ گیتی نے بھی گردوں کو دکھائے کیا کیا
آسماں تک نظر آتا تھا زمیں کا قبضہ
ذرّے دیتے تھے مہک خون کی پھولوں کی طرح
دور بڑھتا گیا گیتی کا بگولوں کی طرح

(۱۵۲)

وادیٔ جنگ کی یہ کی فرسوں نے حالت
پردۂ گرد میں اُڑتی تھی زمیں کی رنگت
دوش صرصر سے ملی خاک کو جس دم رفعت
اہل عالم پہ زمیں کے کھلی اس دم وسعت
ہو کے خم پائے زمین چرخِ بریں چومتا ہے
ایک اک ذرّے میں خورشیدِ فلک گھومتا ہے

ساقی نامہ(۱۵۳)

بڑھتے جاتے ہیں غضب میں جو شۂ عرش مقام
نظر آتا ہے بہت جلد وغا کا انجام
ختم ہونے کو ہے دور سپۂ کوفہ و شام
دے دے گردش کی طرح رنگ بدلتے ہوئے جام
جنگ کرتا ہوا میخوار سے میخوار چلے
ساقیا مئے سے بجھائے ہوئے تلوار چلے

(۱۵۴)

دے وہ پیمانۂ مئے قلب کا جو چھالا ہے
رند قلقل جسے کہتے ہیں مرا نالہ ہے
ہو وہ حدت تپ فرقت نے جسے پالا ہے
دل مرا غیظ بھری آنکھ کا متوالا ہے
زلفِ شمشیر دمِ جنگ سنواروں تو پیوں
جامِ گل رنگ کو آنکھوں پہ اُتاروں تو پیوں

(۱۵۵)

دینی ہے تیغ کے چلنے کی گواہی مجھ کو
آج مطلوب ہے شیشوں کی تباہی مجھ کو
چھپ کے پی لینے دے ڈھالوں کی سیاہی مجھ کو
تیغ انگڑائی لے اور آئے جماہی مجھ کو
دھوکا جھنکار کا ہو جس سے وہ نالے بھر لوں
جام کی طرح سے جوہر کے پیالے بھر لوں

(۱۵۶)

جائزہ لے چکی ہے فوج کا رن میں تلوار
زد سے شمشیر کے ہٹ کر کرو قصد رفتار
پردۂ خوں سے جو نکلے بھی تو چھپ کر دل زار
یوں نکلنے کبھی دے گی نہ مجھے تیغ کی دھار
پاؤں تک سر کا نہ گرمی سے پسینہ پہنچے
خوں میں بہتا ہوا کوثر پہ سفینہ پہنچے

(۱۵۷)

میری بگڑی ہوئی قسمت کو سنبھال اے ساقی
باتوں باتوں میں نہ ارماں مرا ٹال اے ساقی
تیرے آگے نہیں ہرگز یہ محال اے ساقی
اپنے دو ہاتھ سے دو کام نکال اے ساقی
ہو مزا جام اگر یوں دم پیکار چلے
ایک سے دور ہو اور ایک سے تلوار چلے

(۱۵۸)

تپشِ مہر مصیبت ہے تو ہیں سرخ بھنور
جوش کھاتے ہوئے دیکھا نہیں ایسا کوثر
نظر آتا ہے دھواں دیتا ہوا ہر ساغر
آج ٹھنڈا نہیں پانی کی ہوا کا بھی اثر
خاک ہوکر جگر و دل کا سفینہ نکلا
شعلہ دیتا ہوا شیشوں کا پسینہ نکلا

(۱۵۹)

لڑتے ہیں دیر سے بے سایہ شہ جن و بشر
اللہ اللہ یہ گرمی ہے کہ جلتی ہے نظر
دیدنی رن میں ہے دو روز کے پیاسے کا جگر
ایسی حالت میں ہو کیا قلب کو رغبت مے پر
دامن گرد سے کب تک سر و سینہ پوچھوں
جام لوں ہاتھ میں یا رخ کا پسینہ پوچھوں

(۱۶۰)

باتیں جو کچھ ہوئیں وہ تیری زبانی ساقی
بڑھ گئی حد سے مری تشنہ دہانی ساقی
مئے وہ بیکار ہے ہو سرخ کہ دھانی ساقی
حلق سے میرے اُترتا نہیں پانی ساقی
مرنے والا میں تپش سے ہوں جہان چھٹتا ہے
نام مئے لے نہیں سکتا کہ گلا گھٹتا ہے

(۱۶۱)

اب تلک چل رہی ہے تیغ برابر ساقی
تشنہ لب ذبح ہوئے رن میں بہتر ساقی
تو تو دیتا تھا میں پیتا بھی تو کیونکر ساقی
اس میں کیا تیری خطا اپنا مقدر ساقی
تپشِ مہر میں تکلیفِ جگر دے کے پیئوں
جامِ مئے، شاہ تو پیاسے رہیں میں لے کے پیئوں

(۱۶۲)

ہے عیاں پیاس کے ہونٹوں سے نشانی ساقی
تشنہ لب فاطمہ زہراؑ کا ہے جانی ساقی
دیکھ سکتا نہیں میں تشنہ دہانی ساقی
مئے سے بدلوں کہیں مل جائے جو پانی ساقی
وادیٔ جنگ سے جب گرم ہوا آتی ہے
پانی پانی کی بیاباں سے صدا آتی ہے

(۱۶۳)

رنگ رخ عرض سے ذاخرؔ کی بدل جائے گا
دوست کو دیکھ کے دل شہ کا بہل جائے گا
غمِ اصغر دلِ ناشاد سے ٹل جائے گا
پھر نہ ہاتھ آئے گا گر وقت نکل جائے گا
مان جائے گا یداللہ کا جانی ساقی
پاؤں پر گر کے پلا آؤں گا پانی ساقی

(۱۶۴)

روز عاشور کی گرمی پہ ذرا کر تو نگاہ
سر سے تا ناخن پا غرق عرق رن میں ہیں شاہؑ
پیاس ایسی ہے کہ دنیا ہے نگاہوں میں سیاہ
مگر اس پر بھی دبا لائے ہیں میداں سے سپاہ
کیا گذرتی ہے کلیجے پہ خبر کچھ بھی نہیں
پیاس کا جوشِ شجاعت میں اثر کچھ بھی نہیں

(۱۶۵)

وہ تپش مہر کی وہ تشنہ لبی اور وہ جنگ
تمتمایا ہوا وہ دھوپ سے رخسار کا رنگ
وہ خوشی جان کے دے دینے کی وہ زیست سے تنگ
داغ وہ دل پہ بہتّر کے وہ لڑنے کی امنگ
وہ عیاں آنکھ سے ہوتا ہے عتاب آیا ہوا
زیں پہ وہ عالمِ پیری میں شباب آیا ہوا

(۱۶۶)

بند کر دینا کبھی تیغ سے قرنا کا خروش
کبھی کہنا دہل جنگ سے ہو جا خاموش
ذبح کرنا کبھی ہنگام غضب طائرِ ہوش
چوم لینا کبھی تلوار کا قبضہ دمِ جوش
داد جبرئل سے لی دشمنِ جان کو مارا
ہنس دیئے جب کسی مرحب سے جواں کو مارا

(۱۶۷)

غیظ سے بڑھ کے سواروں کو کبھی للکارا
شیر کی طرح کبھی تن کیا پارہ پارہ
کبھی شمشیر کی تیزی کا کیا نظارہ
عمر و کی طرح کبھی بڑھ کے قوی تن مارا
ماتھا خوش ہو کے نواسے کا نبیؐ نے چوما
بڑھ کے فرزند کے بازو کو علیؑ نے چوما

(۱۶۸)

منہ میں کف، ماتھے پہ بل، بھولے ہوئے تشنہ لبی
ہاشمی زلف پہ خم دبدبۂ مطّلبیؑ
رنگ بدلے ہوئے تھی جوشش خون عربی
دو قدم جب یہ بڑھے چار قدم فوج دبی
رعب شمشیر کا دامان اثر تھامے ہے
گرد پیچھے سے سنواروں کی کمر تھامے ہے

(۱۶۹)

غصہ سے کانپتا تھا جسم شہؑ دیں ہر بار
اک کی بھی اصل نہ تھی دشت میں سوہوں کہ ہزار
آنکھیں گرمی سے وہ سرخ اور وہ پلکوں پہ غبار
رگیں اُبھری ہوئی گردن کی نظر شیر شکار
قصد کر لیتے تھے جس کا وہ کہاں چھٹتا تھا
جوش خوں تھا یہ رگوں میں کہ گلا گھٹتا تھا

(۱۷۰)

چھٹ گیا سیلِ یمِ خوں سے لعینوں کا پڑاؤ
تھمنے دیتا تھا قدم رن میں نہ دریا کا بہاؤ
اک جگہ رہ نہ سکا لشکرِ اعدا کا جماؤ
ڈگمگاتی ہوئی میداں سے چلی فوج کی ناؤ
بحرِ زشتی میں جفاکاروں کی خوبی ڈوبی
کبھی حالت یہ بتاتی تھی کہ ڈوبی ڈوبی

(۱۷۱)

تھا جو ہنگامِ وغا شیرِ خدا کا برتاؤ
لے چلے تیغ کے پانی میں بہاتے ہوئے ناؤ
دل سے کہنا متفرق نہ سپہ کا ہو جماؤ
رن میں بڑھ بڑھ کے ہراک سمت سے فوجوں کو دباؤ
انتہا ہے جو سزا کی وہ انہیں دے آئیں
عصر نزدیک ہے کوفہ کی خبر لے آئیں

(۱۷۲)

کبھی یہ قلب سے کہنا کہ تمہیں غیظ سے کیا
آئے ہو اپنا مکاں چھوڑ کے کٹوانے گلا
عصر کا وقت بھی نزدیک بہت آ پہنچا
روک لو تیغ کہیں ختم ہو میدان میں وغا
گویہ دشمن ہیں مگر قلب ترس کھاتا ہے
بڑھی خوب نہیں صبر کا وقت آتا ہے

(۱۷۳)

جن یہ ہر مرتبہ کہتے ہیں ترس کیوں کھاؤ
دمبدم معرکۂ بیر الم دکھلاؤ
شہر کوفہ سے ظفریاب پلٹ کر آؤ
ہم کو روکا ہے تو مولا تمہیں لڑتے جاؤ
نہیں کرتی ہے گوارا جو طبیعت نہ سہی
زور حیدرؑ ہی سہی زور امامت نہ سہی

(۱۷۴)

کہنے لگتے ہیں یہ خود بھی کہ جری کے ہو پسر
کون اس دشت میں آیا نہیں کیجئے تو نظر
انبیاء و شہدا وَ ملک و جن و بشر
حسنؑ و احمدؐ و زہراؑ وَ علیؑ و جعفرؑ
سب یہی کہہ رہے ہیں جوہر شمشیر دکھاؤ
دل جلی ماں کو ذرا دودھ کی تاثیر دکھاؤ

(۱۷۵)

اونچی نیچی وہ زمیں رن کی وہ فوجوں کا ہراس
حملے وہ سرور والا کے وہ دو روز کی پیاس
فوج کا تھمنا کبھی تا کہ سنبھل جائیں حواس
دفعتہ آئی خبر یہ کہ وہ شیر آگیا پاس
دل کا ارماں نہ بر آیا تو پر ارماں بھاگے
پھر جفا کار ولعین چھوڑ کے میداں بھاگے

(۱۷۶)

جا رہے ہیں جو بھگاتے ہوئے فوجیں افسر
پیچھے پیچھے چلے جاتے ہیں شہ جن و بشر
ہے عجب وقت وغا کیفیت لشکر شر
بے تحاشا کبھی بھاگا کبھی ناوک کئے سر
بھیڑ میں لڑنے کے انداز کو دکھلاتے ہیں
شہ بچاتے ہوئے تیروں کو چلے جاتے ہیں

(۱۷۷)

ہیں یہی جنگ جوانانِ عرب کے آئیں
تیر پر تیر جو برسا رہا ہے لشکر کیں
جھکے بیٹھے ہیں فرس ڈالے ہوئے سرور دیں
کج عمامہ ہے سپاہی کا کنوتی کے قریں
فوج پر تیغ ہوئی بد برے پھیرے کی طرح
کرتا اُڑتا ہوا جاتا ہے پھریرے کی طرح

(۱۷۸)

باگیں چھوڑے ہوئے جاتے ہیں جو بے بیم وہراس
ساتھ ہے خاک بھی ذرّوں کو لئے فرق کے پاس
جھک گئے ہیں سر زیں اتنے شہ نیک اساس
قبّہ چرخ بنا بھر کے ہواؤں میں لباس
پیرہن بادِ پرِ تیر سے کب جھومے گا
آج سے چھاؤں میں تاروں کی فلک گھومے گا

(۱۷۹)

بڑھتا جاتا ہے جو کوفہ کی طرف جم غفیر
پردۂ گرد میں پوشیدہ ہے افواجِ کثیر
دور اب ہوگئے ہیں دشت سے اتنا شبیرؑ
دھندلی دھندلی نظر آتی ہے غباری تصویر
رہی رائت کی دلوں میں نہ ہوس اوجوں کی
بنی نیرنگِ تصور حرکت فوجوں کی

(۱۸۰)

تیز بڑھتے ہوئے جاتے ہیں شہِ عرش وقار
چل رہی ہے اسر حق کی برابر تلوار
آگے آگے سپۂ ظلم ہے پیچھے ہے غبار
خوں نظر آتا ہے پر اپنی چمک سے ہر بار
طرف شہ نہ رخِ فوجِ ستم مڑتا تھا
گرد بٹھلانے کو اعدا کا لہو اُڑتا تھا

(۱۸۱)

ہر طرف سے وہ ہوئی فوج مخالف پسپا
پیچھے پیچھے وہ چلی لشکر کوفہ کی قضا
دی وہ جوہر نے چمک شاہ کا وہ ہاتھ اُٹھا
شمعِ شمشیر کا وہ عکس فلک تک پہنچا
حد کا انجام ہے بد اس کا کوئی سیر نہیں
پنبۂ چرخ میں لو لگ گئی اب خیر نہیں

(۱۸۲)

دور پر قتل وہ کرتے ہیں کسی کو شبیرؑ
وہ اُٹھا ہاتھ بلندی سے چلی وہ شمشیر
خاک تک اوج سے کھنچتی ہوئی آئی تنویر
تیغ کا پھل ہے کہ ٹوٹے ہوئے تارے کی لکیر
کچھ عجب طرح ضیاء چرخ بریں تک پہنچی
کاٹ کر اوج کے حصہ کو زمین تک پہنچی

(۱۸۳)

کوفہ تک لائے بھگاتے ہوئے لشکر یوہیں شاہ
راستے میں نہ ملی اک متنفس کو پناہ
اس طرف رحم پہ مائل ہوا قلبِ آگاہ
اس طرف صف سے نکل کر یہ پکارے گمراہ
برہمی چھوڑ دو اللہ و نبیؐ کا صدقہ
دو اماں ہم کو رسول عربی کا صدقہ

(۱۸۴)

واسطہ لشکرِ کیں نے جو پیمبرؐ کا دیا
روک کے خوں بھری تلوار پکارے مولاؑ
رن میں کیوں دیکھے کئی روز کے پیاسے کی وغا
ہوئے تم اک تنِ تنہا سے کہاں تک پسپا
جو ستاتا ہے وہ پابندِ جفا ہوتا ہے
دل دکھانا کسی بیکس کا برا ہوتا ہے

(۱۸۵)

تم کو دیتا نہ کسی طرح سے اب بھی میں اماں
اب تو قابو میں مرے آئی تھی افواج گراں
قتل کر لینا تمہارا تھا نہایت آساں
ایک مظلوم کو لیکن یہ نہیں ہے شایاں
وہ سخی ہے کہ جو کام آئے تو جاں بھی دے دے
ہو کے مجبور جو مانگے تو اماں بھی دے دے

(۱۸۶)

کہہ کے یہ میان میں رکھّی شہؑ دیں نے تلوار
اب نہ شبیرؑ لڑیں گے ہوئی لشکر میں پکار
پھر وغا کے لئے پلٹی سپہٴ ظلم شعار
قتل کرنے کے لئے آ گئے نزدیک سوار
تیر برساتے ہوئے دشت کو گمراہ چلے
زخم کھاتے ہوئے مقتل کی طرف شاہ چلے

(۱۸۷)

جس جگہ قتلِ حسینؑ ابنِ علیؑ کا تھا مقام
تن پہ کھاتے ہوئے تلواریں وہاں آئے امام
مائلِ ظلم و جفا تھی سپہٴ کوفہ و شام
نظر آئی جو یہ کیفیتِ سلطان انام
جاں غم شاہ میں خاصان خدا کھونے لگے
انبیاء و ملک و جن و بشر رونے لگے

(۱۸۸)

رن میں جب دیکھتے تھے شہ یہ لعینوں کی جفا
تھے تپاں احمدؐ و ضرغام خدا و زہراؑ
اس طرف کھا رہے تھے تیر جو سلطان ہدا
رن میں اس سمت صدائیں تھیں کہ شبیرؑ یہ کیا
برہمی قلب کی کس دن کو اُٹھا رکھی تھی
تیغ کیوں میان میں ہنگامِ وغا رکھی تھی

(۱۸۹)

اس طرف عرض محمدؐ سے یہ کرنا ہر بار
واسطہ آپ کا دیتے نہ اگر ظلم شعار
روکتا پھر نہ کبھی خوں بھری رن میں تلوار
ہونے دیجئے رہ خالق میں بس اب مجھ کو نثار
گر کے رہوار سے آرام تہہ خنجر لوں
وقتِ عصر آ گیا اللہ کا سجدہ کر لوں

(۱۹۰)

شہؑ کے اس کہنے سے زہراؑ کا عجب حال ہوا
کہہ کے یہ روئیں کہ ہے ہے مری گودی کا پلا
چلتے چلتے فرسِ شاہؑ ادھر رن میں رکا
تھم گئی ایک جگہ اب سپہٴ ظلم و جفا
زخم پر زخم کی تکلیف جگر سہتا ہے
دشت میں خونِ حسینؑ ابنِ علیؑ بہتا ہے

(۱۹۱)

تن پہ وہ زخم کی کثرت وہ تپش اور وہ بن
وہ دہکتا ہوا تلواروں کا رن میں آہن
وہ ہر اک سمت سے گھیرے ہوئے فوجِ دشمن
منہ میں کانٹا سی زبان اور وہ خشکیدہ دہن
کچھ کسی سے نہ دمِ تشنہ دہانی مانگو
پیاس کہتی ہے جو مل جائے تو پانی مانگو

(۱۹۲)

تیغ کھائی کبھی شانے پہ کبھی سر پہ تبر
کبھی پہلو پہ پڑا ظلم کا آکر خنجر
کر لیا چشمِ مبارک میں کسی تیر نے گھر
جھک گئی گرز کو کھا کر کبھی مولاؑ کی کمر
ہوئے ایذاؤں سے رن میں ہمہ تن غم شبیرؑ
زخمِ سر تھام کے ہاتھوں سے ہوئے خم شبیرؑ

(۱۹۳)

کوئی دیتا نہیں مظلوم کو بیکس کو پناہ
تیغوں کی طرح سے ہیں خون کے پیاسے گمراہ
آکے جب تیر پڑا وقت وغا قلب پہ آہ
تھام کر دل کو کہا شاہؑ نے اِنَّا لِلّٰہ
کششِ تیر اُدھر زخمِ دلی سہنے لگا
خون پرنالے کی مانند اِدھر بہنے لگا

(۱۹۴)

پشت سے کھینچ چکے تیر کو جب سرورِ دیںؑ
ڈگمگانے لگے سلطانِ دو عالمؑ سرِ زیں
تیغیں دو چار تنِ پاک پہ جب اور پڑیں
رن میں گھوڑے سے گرا دوشِ محمدؐ کا مکیں
درد وہ تھے جو دمِ غش نہ فراموش ہوئے
رکھ کے منہ جلتی ہوئی خاک پہ بے ہوش ہوئے

(۱۹۵)

گرے رہوار سے اُس سمت تو سلطانِ ہدٰا
شمر نے بڑھ کے بنِ سعد سے اس سمت کہا
لے مبارک ہو دمِ جنگ تجھے فتحِ وغا
خاتمہ پنجتنِ پاکؑ کا مقتل میں ہوا
نیزے سے دل نے کچھ اس طرح اذیت پائی
شاہؑ نے گرتے ہی گھوڑے سے شہادت پائی

(۱۹۶)

بڑھ کے کہنے لگا کوئی کہ غلط ہے یہ بیاں
جلتی ریتی پہ ابھی زندہ ہیں سلطانِ جہاںؑ
مختلف قول ہر اک کے جو ہوئے رن میں عیاں
متحیر تھے سرانِ سپہ و فوجِ گراں
صاف ہوتی تھی نہ اُلجھی ہوئی تقریر کوئی
بن نہ پڑتی تھی کسی قلب سے تدبیر کوئی

(۱۹۷)

بولا آخر یہ رئیسِ سپہِ ناہنجار
یہ کوئی امر نہیں ہو جو نہایت دشوار
سنتے ہیں سرورِ والاؑ ہیں بہت غیرت دار
لوٹنے رانڈوں کو جائے سپہِ ظلم شعار
چاہنے والوں کو مجبور کریں گے نہ کبھی
شاہؑ زندہ ہیں تو منظور کریں گے نہ کبھی

(۱۹۸)

پسند آیا پسرِ سعد کا جب یہ شوریٰ
سوئے خیمہ پئے تاراج چلی فوجِ جفا
گوشِ شہؑ تک گئی گھوڑوں کی جو ٹاپوں کی صدا
کہنیاں ٹیک کے اُٹھ بیٹھے امامؑ دو سرا
ہو کے ہوشیار اذیت کے اثر لینے لگے
اتنی جنبش جو ہوئی زخم لہو دینے لگے

(۱۹۹)

دی صدا فوج کو مولاؑ نے بہ آوازِ حزیں
جس طرح بن سکا اُس طرح پکارے شہِ دیںؑ
میرے خیمے کی طرف جاتا ہے کیوں لشکرِ کیں
مقتضی ملکِ عرب کی یہ ہمیت کا نہیں
ابھی موجود ہوں میں ظلم اُٹھانے کے لئے
دشت سے جاؤ نہ رانڈوں کے ستانے کے لئے

(۲۰۰)

ذبح پہلے مجھے کر لو تو کرو اور ستم
زندگی میں مری لُٹ سکتے نہیں اہلِ حرم
مجھ پہ جو کر رہے ہو کیا وہ جفائیں نہیں کم
منتظر شمر کے خنجر کا ہے رکتا ہوا دم
نخلِ سر سبز کو تم گلشنِ دیں سے کاٹو
آؤ آؤ مرا سر خنجرِ کیں سے کاٹو

(۲۰۱)

شاہؑ کی سن کے صدا تھم تو گئے دشمنِ دیں
صف سے غصہ میں نکل آیا مگر شمرِ لعیں
آستینیں پئے ذبحِ شہؑ والا اُلٹیں
ہاتھ میں میان سے جھلاّ کے لیا خنجرِ کیں
ہو کے برہم سوئے شہِؑ دشمنِ حق جاتا ہے
دیکھئے دشت میں پیاسے پہ گذرتی کیا ہے

(۲۰۲)

اس طرف سینۂ شہؑ پہ رکھا ظالم نے قدم
ننگے سر خیمہ سے اس سمت چلے اہلِ حرم
رن میں گو تھیں نہ کسی قلب کی بیتابیاں کم
سب سے بڑھ کر تھا مگر ایک ضعیفہ کو الم
دردِ دل تھا اثرِ جذبِ جگر تھامے ہوئے
بڑھتی آتی تھی سوئے فوج کمر تھامے ہوئے

(۲۰۳)

دیتی آتی تھی یہ ہر گام پہ آواز حزیں
کس طرف دشتِ مصیبت میں گرے ہیں شہ دیں
زندہ درگور مجھے کر گیا اکبرؑ سا حسیں
اب کوئی تھامنے والا مرے بازو کا نہیں
غم پہ غم دے گئے آنسو کے بہانے کے لئے
سب مجھے چھوڑ گئے ٹھوکریں کھانے کے لئے

(۲۰۴)

دل کی بڑھتی ہوئی بیتابیوں کا حق ہے گواہ
اضطرابِ جگر و قلب سے ملتی نہیں راہ
راستا روکے ہے کیوں مقتلِ سرورؑ کا سپاہ
دامنِ رحم میں مل جائے ضعیفہ کو پناہ
کوئی اس دل کے تڑپنے کی دوا دے مجھ کو
اپنے چھوٹے ہوئے بھائی سے ملا دے مجھ کو

(۲۰۵)

چلی آتی تھیں ادھر دشت میں بنتِ زہراؑ
کٹ رہا تھا شہِؑ مظلوم کا اُس سمت گلا
بخت کب بھائی کے نزدیک بہن کو لایا
تنِ شبیرؑ سے جب ہو چکا تھا فرق جدا
خوں میں ڈوبا ہوا جلاد کا خنجر پایا
جلتی ریتی پہ تپاں لاشۂ بے سر پایا

(۲۰۶)

رن میں میت پہ گری ہاتھ کو پھیلا کے بہن
دی صدا بھائی کو رو کر یہ بصد رنج و محن
کس طرف ڈھونڈھنے نکلے تمہیں آوارہ وطن
دشتِ غربت سے بہت دور ہے جنت کا چمن
اس قدر دور پہ ہے پوچھنے والا میرا
راہ میں تھک کے رہا جاتا ہے نالہ میرا

(۲۰۷)

نظر آتا نہیں آرام کا کوئی پہلو
اب رہے بکھرے ہوئے تا بہ قیامت گیسو
قہر تو نے کیا اے شمر لعین و بد خو
قتلِ شہؑ سے نہ تھمیں گے کبھی خوں کے آنسو
خنجر ظلم نے کس شوق سے خوں چاٹا ہے
ایک رگ کاٹ کے عالم کا گلا کاٹا ہے

(۲۰۸)

ذبح ہونے پہ بھی ہے دل کی مصیبت باقی
نہ رہی چہرے پہ اُڑتی ہوئی رنگت باقی
کفن و غسل کے ہمراہ ہے تربت باقی
رہ گئی اک دلِ ناشاد کی حسرت باقی
جس سے آ جاتی قضا رن میں وہ نالہ نہ کیا
بھائی پر دھوپ میں ہمشیر نے سایا نہ کیا

(۲۰۹)

خوب لختِ دلِ حیدرؑ کی ہوئی مہمانی
اک نے بھی بات نہ کوئی شہؑ دیں کی مانی
کس قدر خون کے پیاسے تھے ستم کے بانی
مرتے مرتے نہ دیا شمر لعیں نے پانی
ظلم سے حلقِ شہؑ جن و بشر کو کاٹا
دشت میں خنجر بے آب سے سر کو کاٹا

(۲۱۰)

اے مرے قافلہ سالار و مسافر بھائی
مجھ کو خدمت سے رکھا بخت نے قاصر بھائی
حکم دیتے نہ گئے کچھ دم آخر بھائی
نہ کیا کیفیتِ قلب سے ماہر بھائی
وقتِ آخر مجھے سینے سے لگاتے نہ گئے
دل کی تکلیف اشاروں سے بتاتے نہ گئے

(۲۱۱)

سہنی ہے عالمِ غربت میں اسیری کی جفا
چھوٹے بچے مرے ہمراہ کئی ہیں بھیّا
بازوؤں سے نہ اُٹھے گی رسنوں کی ایذا
گر تلف ہوگیا کوئی تو ہے مر جانے کی جا
ہو کے شرمندہ زمانے سے کدھر جاؤں گی
آپ پوچھیں گے جو بچوں کو تو مرجاؤں گی

(۲۱۲)

کہہ کے یہ سینے سے میت کو لگایا کئی بار
مائل ظلم ہوئی جب سپہِ ظلم شعار
لاش کو چھوڑ دیا دھوپ میں ہوکر ناچار
چلی مقتل سے یہ کہتے ہوئے وہ سینہ فگار
جب تلک دشت پر آشوب میں مہمان رہے
بے کفن لاش کا اللہ نگہبان رہے

(۲۱۳)

بس بس اب حالِ مصیبت کرو ذاخرؔ نہ رقم
دل کو تڑپاتا ہے قرطاس پہ رو رو کے قلم
اپنے خالق سے دعا مانگو بصد دیدۂ غم
نہ چھٹے ہاتھ سے دامانِ غمِ شاہؑ امم
ساتھ دے گا تہہِ مدفن نہ کوئی ظلمت میں
کام آئے گی ان اشکوں کی ضیا تربت میں

الحمدللہ والمنۃ تمام شد تحریر این مرثیہ از
خط ناقص سید فرزند حسین ذاخرؔ عرف اچھن ذاخرؔ
لکھنوی بتاریخ بستم رجب المرجب روز دو شنبہ
ساعت شش از عصر قریب غروب آفتاب ۱۳۳۲ھ

